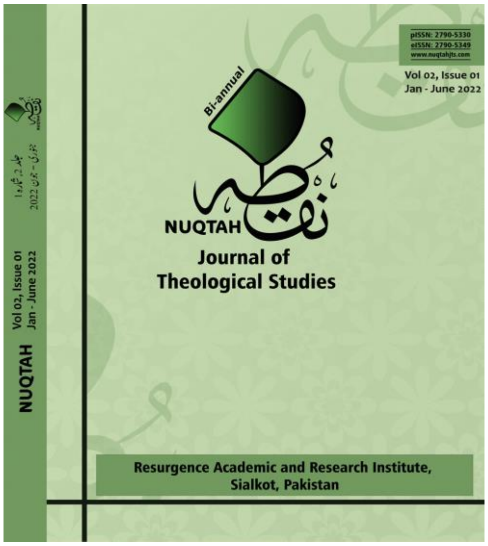

NUQTAH Journal of Theological Studies
Editor: Dr. Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: Urdu, Arabic and English
pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:
Resurgence Academic and Research Institute, Sialkot (51310), Pakistan.
Email: editor@nuqtahjts.com

اسلام اور یہودیت میں تصورِ حدود اور ان کا تقابلی مطالعہ

A comparative study of the concept of disciplines (Hudūd) in Islam and Judaism

Robina Rashid
Principal, Super Celestial Grammar School, Daska.
Email: robinashakil8@gmail.com

Zohra Malik
Lecturer, Department of Islamic Studies,
University of Sialkot, Sialkot.
Email: zahramalik486@gmail.com

Published online: 30th June 2022

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:
https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

اسلام اور یہودیت میں تصورِ حدود اور ان کا تقابلی مطالعہ

A comparative study of the concept of disciplines (*Hudūd*) in Islam and Judaism

ABSTRACT

The subject of interfaith exchange and comparative examination of religions has become significant in current occasions. Accomplishing harmony, destroying wrongdoing, and freeing society of all unethical exercises is an essential and equivalent need of all people with no qualification among common and eminent religions. Jewish and Islamic disciplines (*Hudūd*) are never examined as a normal theme. Although it is referenced as a sub-article, such books have been composed regarding the matter of violations and their disciplines in world religions. There are two methods for accomplishing harmony in the religion of our reality, the disposal of wrongdoing and the assurance of property, the first is the consciousness of heavenly discipline for transgression or the commission of wrongdoing and the second is the discipline of the oppressor based on nature. These common disciplines have been diverse in various times and religions, while in our cutting-edge world and in the progressive time, the disciplines of the heavenly religions are viewed as against basic liberties. This exploration paper unfurls disciplines (*Hudūd*) of Islam and Judaism and looks at them.

Keywords: Islam, Judaism, *Hudūd*, Comparative study

مذاہب عالم کا مطالعہ اسلامی تاریخ کی ایک قدیم روایت ہے جس کی بنیاد قرآن مجید نے رکھی ہے۔ اس روایت کو باقی اور قائم رکھنا متعدد اسباب و وجوہ سے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر الامم کہا ہے اس تصور کی تصدیق کے لیے ملتوں، فرقوں اور عقیدوں کا مطالعہ ضروری ہے نیز یہ افہام و تفہیم کا زمانہ ہے۔ ان حالات میں مذہبی افہام و تفہیم، امن و سلامتی کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے دنیا کا ہر مذہب اور تمدن مثبت پہلوؤں کا حامل ہے ۔ جس سے بھرپور استفادہ واقفیت کے بغیر ممکن نہیں۔ یہودیت اوراسلام کے تعلق کا آغاز ساتویں صدی عیسویں میں اشاعتِ اسلام سے ہوتا ہے۔ مذہبِ اسلام اور یہودیت میں متعدد ہدایات، اقدار اور ایسے اصول بیان کیے گئے ہیں جو دونوں مذاہب میں مشترک ہیں۔ اہلِ کتاب اور مسلمانوں میں عقائد اور بہت سے دینی تعلیمات میں یکسانیت ہے جن کے مطالعہ سے ہمیں آسمانی تعلیمات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں معاشرے کی ہدایت و بھلائی اور ظلم، جبر اور تشدد کو روکنے کے لئے جرائم کی سزائیں مقرر کر دی ہیں۔ جنھیں حدود کا نام دیا گیا ہے۔ شریعت نے یہ حدود اس لیے قائم کی ہیں کہ معاشرے میں پیدا ہونے والی برائیوں کا سدباب کر دیا جائے اور مجرموں کو ایسی سزا دی جائے جس سے لوگ عبرت حاصل کریں اور دنیا میں امن و امان قائم ہو سکے۔ معاشرے کی بہتری اور معاشرے کی برائیاں دور کرنے کی غرض سے قانون تقاضا کرتا ہے کہ جرائم کے ارتکاب پر سزائیں دی جائیں۔ کیونکہ ایک جرم کرنے والا اپنے جرم کے ارتکاب سے انسانی معاشرے کے افراد کے حق میں اذیت پہنچانے کا سبب بنتا ہے۔ اگر جرم کرنے والے کو بغیر کسی سزا کے آزاد چھوڑ دیا جائے تو پھر جرائم کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جائے گا اور پھر آزادانہ اور بلاخوف وخطر چوری، ڈاکہ زنی، فساد اور قتل کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اس لیے ایک مجرم کو سزا دینا مصلحتاً بہتر ہے۔ اگر یہ سزائیں جاری نہ کی گئیں تو اہل جہاں امن و سلامتی سے دور ہو جائیں گے۔ مقالہ میں یہودیت اور دینِ اسلام کی حدود کو بیان کر کے ان کا آپس میں تقابل کیا گیا ہے۔

حدود کا معنی و مفہوم:

"حد" عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ "ح، د، د" یعنی "حد" ہے اور اس کی جمع حدود آتی ہے۔

ابنِ منظور نے لسان العرب میں لفظ "حد" کے معنی کچھ اس طرح بیان کیے ہیں:

"لفظ حد کی اصل منع کرنا اور دو چیزوں کے درمیان فرق بیان کرنا ہے۔"[1]

حد کے اصطلاحی معنی:

حد سے مراد وہ رکاوٹ یا انتہا ہے جس سے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا منع ہے اور حد مقرر بھی اسی لیے کی جاتی ہے کہ اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسے اُمور جن کی حلت و حرمت اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہے اور ساتھ ہی ان سے تجاوز کرنے یا انہیں توڑنے سے منع فرمادیا ہے یہ امور "حدود اللہ" کہلاتے ہیں۔

"سزا کو حد اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے مجرم کو جرم کے ارتکاب سے روکا جاتا ہے۔ حدود اللہ سے مراد (اوامر و نواہی) یا حقائق معانی احکام الٰہی ہیں۔ فقہاء کے نزدیک حد کے معنی ہیں وہ سزا جو حق اللہ میں تجاوز کرنے کی وجہ سے (خدا کی طرف سے یا شارع کی طرف سے) متعین ہے۔"[2] ارشادِ ربانی ہے:

" تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَاتَعْتَدُوْهَا ۔"[3]

"یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو۔"

جرائم حدود کی اقسام:

ایسے جرائم جن پر حد (اللہ کی مقرر کردہ سزائیں) عائد ہوتی ہے۔ ان کی حسب ذیل اقسام ہیں: زنا، سرقہ، قذف، شراب نوشی، جس کے لیے حد شرعی ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ سزا جو زمین میں فساد کرنے والے پر عائد ہوتی ہے۔ چوری، قصاص اور دوسری تعزیرات سے خارج نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایسے جرائم جن پر حد عائد ہوتی ہے ان کی مختلف صورتیں ہیں۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ ایسے جرائم جن پر 'حد' عائد ہوتی ہے، ان کی سات صورتیں ہیں: جراحات (یعنی زخم لگانا)، اس میں جان اور اعضائے انسانی کا قصاص اور خون بہا وغیرہ داخل

ہیں: بغاوت (حکومت سے سر تابی)، ارتداد (دین اسلام سے پھر جانا)، زنا(بدکاری)، قذف (تہمت لگانا)، سرقہ (چوری)، اور نا جائز شراب نوشی۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "سترہ جرائم کو قابل حد شمار کیا ہے اور گیارہ جرائم سے متعلق اتفاق ظاہر کیا ہے۔ مندرجہ بالا جرائم سبعہ کے علاوہ ترک صلوٰۃ، ترک، صوم، سحر، وطی بہائم کو بھی حدود میں شمار کیا ہے۔"[5] لیکن جن جرائم کے حدود ہونے پر فقہاء جمہور کا اتفاق ہے وہ سب قرآن پاک سے ثابت ہوتی ہیں: مثلاً حدِ زنا، حدِ قذف، حدِ حرابہ، حدِ سراقہ، حدِ شرب خمر، حدِ بغاوت، حدِ ارتداد۔

حدود کی غرض وغایت واہمیت:

شریعت اسلامی نے سزا اور جرم میں مطابقت اور اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سزا کے نفاذ میں جرم کے حجم کو مد نظر رکھا ہے۔ وضعی قوانین عموماً خالص انسانی فضیلت اور حقیقی عدل و انصاف کے حصول پر مبنی نہیں ہوتے۔ ان کی بنیاد لوگوں کی عرف وعادات یا ان کے درمیان پھیل جانے والے امور پر ہوتی ہے۔ اس لیے دیکھا گیا ہے کہ حکومتیں خود اپنی حفاظت اور من مانی کرنے کیلئے قانون بناتی ہیں۔ خواہ اس سے معاشرے کی بنیاد عادلانہ بنیادوں پر ممکن ہو یا نہ ہو اور پھر آئے دن ان قوانین میں اپنی مرضی کے حساب سے ترامیم کرتی رہتی ہیں۔ شریعت اسلامی میں سزا کے نفاذ سے دو بنیادی اغراض وابستہ ہیں: انسانیت کی فضیلت کا قیام؛ اور معاشرے سے جرائم کا خاتمہ۔

حدود کی غرض وغایت کے حوالے سے امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"جلب منفعت اور دفع مضرت مقاصد خلق میں ہیں مخلوقات کی اصلاح ان کے مقاصد کے حصول میں مصلحت سے مراد شریعت کے پیش نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ہیں: تحفظ نفس؛ تحفظ عقل؛ تحفظ نسل؛ تحفظ دین؛ اور تحفظ مال جو امر ان اصول خمسہ کی حفاظت کرنے والا ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچتا ہو وہ مفسدہ ہیں اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے ان اصول خمسہ کا تحفظ ضرورت کے درجے میں ہے اور مصالح کے درجے میں قوی ترین درجہ ہے گمراہ کافر (مرتد) اور بدعتی لوگوں کے دین کو تباہ کرتا ہے۔ اس لیے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور جرم قتل پر قصاص مقرر کیا ہے تاکہ تحفظ نفس کے مقصود کو حاصل کیا جا

سکے۔ عقل انسان کے مکلف ہونے کی اساس ہے۔ اس کے تحفظ کیلئے مے نوشی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ حد زنا لوگوں کے انساب کی حفاظت کیلئے مقرر کی گئی ہے۔ چوری اور غضب کی سزاؤں سے لوگوں کی معیشت اور اموال کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ اصولوں کی پامالی کو ناجائز قرار دے اور ان کی حفاظت کیلئے ان کو پامال کرنے والوں کی سزائیں اور تنبیہ کا سامان کرے۔"[6]

حفاظتِ دین، نفس، عقل، مال اور حفاظتِ نسل ہی بنیادی انسانی مصالح ہیں۔ لہٰذا ان کی حفاظت اور ان پر اعتداء کی صورت میں تحفظ فراہم کرنا اسلامی جرم و سزا کی اصل روح ہے۔

جرائم حدود کی سزائیں بظاہر بہت سخت معلوم ہوتی ہیں لیکن نتائج کے حصول اور اثر انگیزی کے اعتبار سے معاشرے کی تطہیر کیلئے ان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اہمیت حدود کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"اقامة حد من حدود الله خير من مطر اربعين ليلة فی بلا د الله عزوجل "[7]

"اللہ کی حدود میں سے حد کا نفاذ اللہ کی زمین پر چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔"

حدود اللہ کے معاملے میں کسی کی سفارش بھی قابل قبول نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں فاطمہ نامی عورت نے چوری کی، صحابہ کرامؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" ان اسامه کلم النبیﷺفی امراةفقال انما هلک من کان قبلکم انهم کا نوا يقيمون الحد على الوضيع و يتركون الشريف والذی نفسی بيده لو فاطمةؓ فعلت ذالک تقطعت يدها "[8]

"کیا تم اللہ کی حدود پر سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ تم سے قبل اقوام اسی لئے تباہ ہوئیں کہ اگر کوئی شریف (طاقتور) چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اے اللہ کے بندو! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو محمد ﷺ اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتے۔"

الغرض حدود اللہ کا نفاذ معاشرے کیلئے ہر طرح سے رحمت ہی رحمت ہے۔ جرائم کی روک تھام کیلئے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں۔

اسلام اور یہودیت کا حدود کا تصور اور ان کا تقابل

1۔ حد زنا:

زنا کے لغوی معنی ہیں:

هومصدر زنى يزنى زنا ويراد منه الرقى على الشيءِتقول زنا فى الجبل يزنى إذا صعد [9]

"یہ زنی یزنی سے مصدر ہے اس کا معنی ہے کسی چیز پر چڑھنا، زنا فی الجبل، کا لفظ اس وقت کہیں گے جب کوئی پہاڑ پر چڑھ جائے۔"

زنا سے مراد ایک مکلف انسان کا (یعنی جس پر احکام شرعیہ عائد ہوتے ہیں) کسی مشتہاہ عورت (یعنی جو خواہش نفسانی کی محرک ہوسکتی ہے) کے ساتھ فعل گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔

یہودیت میں عزت کے خلاف جرائم میں سے بڑا جرم زنا ہے۔ عہد نامہ قدیم میں اسے بہت بڑا جرم قرار دیا ہے اور اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ "تم زنا نہ کرو۔[10] اس مکروہ فعل کو عہد نامہ قدیم میں اسطرح بیان کیا گیا ہے۔

"اگر کسی شخص کو کنواری لڑکی کو مل جائے جس کی نسبت نہ ہوئی ہو اور وہ اسے پکڑ کر اس سے صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں تو وہ مرد جس نے اس کے ساتھ صحبت کی ہو لڑکی کے باپ کو پچاس مثقال دے اور وہ لڑکی اس کی بیوی بنے کیونکہ اس نے اسے بے حرمت کیا اور وہ اسے زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔" [11]

"اگر کوئی مرد کسی جانور سے جماع کرے یا کوئی عورت کسی جانور کے پاس جائے اور اس سے ہم صحبت ہو تو اس عورت اور جانور دونوں کو مار ڈالنا۔"[12]

"اگر کوئی کنواری لڑکی کسی سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی شہر میں پاکر اس سے صحبت کرے تو وہ دونوں قصوروار ہیں لڑکی اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسائے کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔"[13]

شریعت اسلامیہ زنا پر اس لحاظ سے سزا دیتی ہے کہ زنا سماجی وجود اور معاشرتی سلامتی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ خاندانی نظام کو بری طرح مجروح کر دیتا ہے۔ حالانکہ خاندان ہی وہ اساس ہے جس پر سماج استوار ہوتا ہے نیز یہ کہ زنا کے جواز میں برائی کی اشاعت ہے جس سے خاندان تہ و بالا ہو کر معاشرے کو بگاڑ اور بے راہ روی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ معاشرے کے مضبوط پیوست اور ہم آہنگ رہنے کی بہت زیادہ متمنی ہے۔ زنا اجتماعی جرائم میں سب سے خطرناک جرم ہے اور سماجی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ زنا کو بہر صورت حرام قرار دیا جائے اور اس کے ارتکاب پر سخت سزا دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے. قرآن پاک میں زنا سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

سورہ النور میں زنا کے احکامات کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: .

" اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖوَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚوَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۤىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ "[14]

"زانی عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور تم کو ان دونوں پر اللہ کے دین کے معاملہ میں رحم نہ آنا چاہیے، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہیے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔"

اس آیت میں زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور یہ بھی فرمایا کہ تمہیں اللہ کے دین کے بارے میں ان دونوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرنے کا جذبہ نہ پکڑے۔ قرآن مجید میں سو سو کوڑے مارنے کا حکم غیر محصن کے لیے ہے کوڑے مارنے کی سزا کو "جلد" کہتے ہیں اور محصن کے لیے "رجم" ہے یعنی زنا کرنے والے مرد اور عورت کو جو محصن ہو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا۔"[15]

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے تو ان پر اپنوں میں سے چار مرد گواہ کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں کے اندر بند رکھو، یہاں تک کہ ان کو موت اٹھالے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے۔"

زنا تمام گناہوں میں سب سے خطرناک گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ تاکہ اس کے خطرناک نتائج سے معاشرہ محفوظ رہ سکے اور اس کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لا یزنی الزانی حین یزنی و ھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشرب و ھو مؤمن ولا یسرق حین یسرق و ھو مؤمن و لا ینتھب نھبة یرفع الناس الیه فیھا ابصارھم و ھو مؤمن ۔"[16]

"زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور لٹیرا جب ایسی لوٹ کرتا ہے جس کو لوگ آنکھ اٹھا کر دیکھیں (اس کو روک نہ سکیں) تو وہ مومن نہیں ہوتا۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

"ان النبیﷺ قال لما عز بن مالک احق ما بلغنی عنک قال و ما بلغک عنی قال بلغنی انک وقعت علیٰ جاریة آل فلان قال نعم فشھد اربع شھادات فامر به برجم ۔"[17]

"نبی کریم ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا کیا تمھاری جو خبر ہم تک پہنچی ہے وہ صحیح ہے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو میرے بارے میں کیا خبر پہنچی ہے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے فلاں قبیلے کی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے عرض کیا! جی ہاں۔ پھر ماعز نے چار مرتبہ اقرار کیا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے رجم کا حکم دیا۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے چوپائے کے ساتھ بد فعلی کی تو اس کو اور چوپائے کو بھی قتل کر دو۔ ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ چوپائے کو کس لیے قتل کیا جائے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ نہیں سنا۔ البتہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا گوشت کھانے یا اس سے فائدہ حاصل کرنے کو مکروہ سمجھا ہے جبکہ اس کے ساتھ بد فعلی ہوئی۔“[18]

اسلام میں زنا کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح یہودیت میں بھی زنا باعث جرم ہے۔ اسلام میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے اور سنگسار ہے جبکہ کنوارے زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ یہودیت میں بھی زانی اور زانیہ کے لیے رجم کی سزا ہے۔ اسلام میں اگر کوئی انسان کسی جانور سے جماع کرے یا کوئی عورت جانور کے پاس جائے تو اسلام میں اس شخص اور جانور کو مارنے کا حکم ہے۔ اسی طرح یہودیت میں بھی جانور سے جماع کرنے پر اس شخص اور جانور کو مارنے کا حکم ہے۔

2۔ حد قذف:

قذف کے متعدد معنی ہیں:

”قے کرنا، چپو سے کشتی چلانا، بغیر سمجھے بوجھے بک دینا، پتھر پھینکنا، تہمت لگانا، ایک دوسرے پر تہمت لگانا اور گالی بکنا وغیرہ کے ہیں۔“[19]

”لغت کی رو سے قذف کے معنی تیر چلانا یا پتھر پھینکنے کے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں کسی بے گناہ پر بدکاری کا صریحاً الزام لگانا یا ایسی بات کہنا جس کا مطلب یہی ہو، قذف ہے۔ کسی معصوم پر تہمت لگانے کو قذف (یعنی تیر یا پتھر پھینکنا) اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس فعل بد (زنا) کی تہمت کسی پر لگانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص غصے میں آکر پتھر کھینچ مارے اور یہ خیال نہ کرے کہ پتھر کس پر جا پڑے گا۔“[20]

تہمت لگانا نہایت ہی فعل قبیح ہے۔ یہودیت میں بہتان باندھنا جرم قرار دیا گیا ہے اور توریت میں تہمت کے بارے میں قوانین موجود ہیں اور حد قذف کی باقاعدہ سزا بھی ہے۔ کتاب مقدس میں ہے:

"اگر کوئی مرد عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جائے اور بعد اس کے اس سے نفرت کر کے شرمناک باتیں اس کے حق میں کہے اور اسے بدنام کرنے کے لیے یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب میں اس کے پاس گیا تو اسمیں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے تب اس لڑکی کا باپ اور اس کی ماں اس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ میں نے اپنی بیٹی اس شخص سے بیاہ دی۔ پر یہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور شرمناک باتیں اس کے حق میں کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تیری بیٹی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے حالانکہ میری بیٹی کے کنوار ے پن کے نشانات یہ موجود ہیں پھر وہ اس چادر کو شہر کے بزرگوں کے سامنے پھیلا دیں تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کی سو مثقال جرمانہ لیکر اس لڑکی کے باپ کو دیں اس لئے کہ اس نے ایک اسرائیلی کنواری لڑکی کو بدنام کیا اور وہ اس کی بیوی بنی رہے اور وہ زندگی بھر اس کو طلاق نہ دینے پائے۔" [21]

اسلام میں اگر کسی نے کسی پر مخصوص واقعے یا کسی حرام صفت کا الزام لگایا تو الزام لگانے والا ہی اس الزام کی صحت کا ثبوت پیش کرے گا۔ اگر وہ ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہو یا از خود ثبوت پیش نہ کرے تو اس پر حد لازم ہو گی۔ اگر قذف بغیر تہمت زنا اور بغیر نسب کے انکار کے ہو تو اس میں حد نہیں ہے جیسے کفر، چوری، دہریت، سود خوری، یا امانت میں خیانت کا الزام لگایا جائے۔ اگرچہ قذف کے واقعات درست ہوں لیکن اس قذف سے مقذوف کو تکلیف پہنچتی ہو اور اسے شعوری اذیت برداشت کرنا پڑتی ہو اس سلسلے میں اس تکلیف اور اذیت کا اعتبار ہو گا جیسے معاشرہ تکلیف اور اذیت سمجھے اور اس صورت میں قاذف کو سزا دی جائے گی، خواہ اس نے مقذوف پر جو الزام لگایا وہ درست ہے یا نہیں۔ قذف کا مطلب ہی بلا جواز مقذوف کو تکلیف اور اذیت پہنچانا ہے اور بلا جواز شرعی کسی کو تکلیف پہنچانا شریعت کی نظر میں قابل سزا جرم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

" وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔" [22]

"اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو ان کو اسّی درے لگاؤ۔"

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

وما من؟ قال: الشرک باللہ، "عن ابو مریرة قال رسول اللہ ﷺ اجتنبواالسبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ ﷺ واکل مال الیتیم، والتولی یوم الزحف، وقذف النفس التی حرم اللہ الابالحق،واکل الربا، والسحر، وقتل المحصنات المؤمنات الغاملات ۔"[23]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا کیا ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔"

جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں وحی بھیجی۔ تو حضور ﷺ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

"عن عائشة صدیقةؓقالت لما نزل عذری قام النبی ﷺ علی المنبر فذکر ذلک و تلاتعنی القرآن فلما نزل من المنبر امر بالر جلین والمراة فضر بواحدھم ۔"[24]

"حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب میری صفائی میں وحی نازل ہوگئی تو نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اس کا ذکر کر کے قرآن مجید کی وہ آیتیں پڑھیں۔ جب آپ ﷺ منبر سے اتر آئے تو دو آدمیوں اور ایک عورت کے متعلق حکم فرمایا جن پر حد قذف جاری کی گئی۔"

اسلام میں حد قذف کی سزا اسّی کوڑے ہے اور یہ سزا قرآن پاک میں ہے یعنی حد قذف کی سزا کے بارے میں قرآن پاک میں آیت نازل کی گئی۔ کسی ثبوت وشہادت کے بغیر کسی پر الزام لگانے کو شریعت نے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہودیت میں بھی اگر کوئی اپنی بیوی پر تہمت لگاتا ہے تو لڑکی کے ماں باپ کو یہ حکم ہے کہ وہ شہر کے بزرگوں کے پاس یہ مدعا لے کر جائے اور اس کو سزا دلوائے اور اگر شوہر سچا نکلے تو اس لڑکی کو سنگسار کیا جائے گا۔

3۔ حد سرقہ:

سرقہ کے لغوی معنی ہیں:

"السارق عند العرب ما جاء مستترا إلی حرز فأخذ مالا لغیرہ ۔"[25]

"عرب اُس آدمی کو سارق کہتے ہیں جو چھپ کر کسی دوسرے کا محفوظ مال حاصل کرتا ہے۔"

"سرق الرجل (کسی کے مال ومتاع کا چوری ہو جانا)، السرقۃ (چوری کی نسبت کرنا) ۔"[26]

سرقہ یہ ہے کہ کسی دوسرے کا مال پوشیدہ طریقے پر لے لینا۔ پوشیدہ مال لینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شے مالک کے علم اور اس کی رضا مندی کے بغیر لے لی جائے۔[27] کسی عاقل وبالغ شخص کا خفیہ طور پر کسی شبہ کے بغیر کسی دوسرے شخص کا ایسا مال لے لینا جو ہاتھ کاٹنے کے نصاب کے برابر ہو، کسی محفوظ جگہ میں ہو، مالیت رکھتا ہو اور جلدی خراب نہ ہو جانے والا ہو۔

عہد نامہ قدیم میں چوری کرنے سے منع کیا گیا ہے اور کتاب مقدس میں چوری کی سخت سزاؤں کا ذکر بھی ہے۔ شریعت موسوی میں بھی چوری کو ناپسند کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی چوری کرتا ہے تو اس کے لیے مختلف سزائیں تجویز کی گئیں ہیں۔ اگر کوئی بھیڑ بکری چراتا ہے تو اس کو دگنا بھرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چوری کرے اور اس سے دگنا وصول کریں۔ اگر چور کے پاس مال نہ ملے تو اس کو غلام بنالیا جائے۔ ان میں چوری کی مختلف صورتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر چور چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے۔ اور اس پر ایسی مار پڑے کہ وہ مر جائے تو اس کے خون کا کوئی جرم نہیں اگر سورج نکل چکے تو اس کا خون جرم ہو گا۔ بلکہ اسے نقصان بھرنا پڑے گا اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ چوری کے لیے بیچا جائے اور اگر چوری کا مال اس کے پاس جیتا ملے خواہ وہ بیل ہو یا گدھا یا بھیڑ تو وہ اس کا دونا بھر دے۔ پھر اس نے کہا یہ وہ لعنت ہے جو تمام ملک پر نازل ہونے کو ہے اور اس کے مطابق ہر چور اور ہر جھوٹی قسم کھانے والا یہاں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔

"پھر اس نے کہا یہ وہ لعنت ہے جو تمام ملک پر نازل ہونے کو ہے اور اس کے مطابق ہر چور اور ہر جھوٹی قسم کھانے والا یہاں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔"رب الافواج فرماتا ہے "میں اسے بھیجتا ہوں اور وہ چور کے گھر میں اور اس کے گھر میں جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے گھسے گا اور اس کے گھر میں رہے گا اور اسے اس کی لکڑی اور پتھر سمیت برباد کرے گا۔"[28]

چوری کی سزاؤں کے بارے میں جیوئش انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

"سرقہ کی صورت میں مال کی قیمت سے دو گنا قیمت کے برابر متاثرہ شخص کو ادا کر دی جاتی ہے اور اگر مجرم رقم ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو اسے غلام بنا لیا جائے۔"[29]

اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے یہ عبرتناک سزا قرآن میں آئی ہے۔ ایسی سزا حاصل کرنے والا دوسروں کے لیے باعث عبرت بنتا ہے۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص کا ہاتھ چوری کی وجہ سے کٹا ہے تو وہ اس جرم سے باز رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس کوئی سارق لایا گیا جس کا ہاتھ اور پاؤں پہلے ہی قطع ہو چکا تھا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے مشورہ لے کر اسے قید کر دیا۔ کوئی بھی فعل اس وقت جرم قرار کیا جاتا ہے جب وہ معصیّت ہو یعنی اس فعل کے ارتکاب سے معاشرے کے حق پر یا شخصی حق پر زیادتی ہوئی ہو۔ جس طرح سے شریعت اسلامی میں سرقہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ چوری کی سزا نص سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔"[30]

"اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کا ہاتھ کاٹ دو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور سزا کے ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔"

"عن عائشةؓ ان النبی ﷺ کان یقطع فی ربع دینار فصا عدا۔"[31]

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا کرتے تھے۔"

"عن عطاء عن ابن عباس قال قطع رسول الله ﷺ یدرجل فی مجن قیمته دینار اوعشرة دراهم ۔"[32]

"عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ ڈھال کی چوری پر کاٹا جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔"

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کا داہنا قطع ہو گا دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں قطع ہو گا لیکن اگر تیسری بار چوری کرے تو پھر اس کو موت تک قید کر دیا جائے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ کی رائے کے مطابق محل قطع دونوں ہاتھ اور دونوں پیر ہیں۔ چنانچہ پہلا داہنا ہاتھ قطع ہو گا دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر قطع ہو گا تیسری مرتبہ کی چوری پر بایاں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ کی چوری پر داہنا ہاتھ قطع کیا جائے گا .

اسلام میں چوری کی سزا قطع ید ہے۔ اس سزا کے پیچھے اصلاحی پہلو نمایاں ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کرے گا اور اس کا ہاتھ اس چوری کی وجہ سے کاٹ دیا جائے گا تو وہ معاشرے میں اسی شرمندگی کے ساتھ رہے گا۔یہودیت میں بھی چوری کی سزا بہت سخت ہے یہودیت میں اسلام کے قانون کی طرح ہاتھ تو نہیں کاٹا جاتا بلکہ اس کا قتل کرنے کا حکم ہے۔

4۔حد حرابہ:

علامہ ابن منظورؒ، حرابہ کے لغوی معنی "لسان العرب" میں لکھتے ہیں:

" الحرابة من الحرب التی هی نقیض السلم ۔"[33]

"حرابہ: حرب سے ماخوذ ہے جو سلم، یعنی امن کی ضد ہے۔"

اصطلاح میں کھلے عام لوگوں کے مال چھیننے، ان کو گھبراہٹ میں ڈالنے، قتل و غارت گری مچانے اور فساد ڈالنے کے لیے شہر یا خارج میں نکل کھڑے ہونے کو حرابہ کہتے ہیں۔[34] حرابہ کے معنی راہزنی کے ہیں اور اسے سرقہ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

"حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس ٦ھ میں آئے اور یہ لوگ مسجد کے سائبان میں ٹھہرے مدینہ منورہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی۔ انہوں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے دودھ کہیں سے مہیا کر دیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو میرے پاس نہیں البتہ تم لوگ ہمارے اونٹوں کے ریوڑ میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہو کر موٹے تازے ہوگئے۔ پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکالے گئے۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ کے پاس فریادی پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی تلاش میں سوار بھیجے۔ ابھی دھوپ زیادہ نہیں نکلی تھی وہ پکڑے

گئے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے سلائیاں گرم کی گئیں اور ان کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کے (زخم سے خون کو روکنے کے لئے) انہیں داغا بھی نہیں گیا۔ اس کے بعد "حرہ" (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیئے گئے وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں پانی نہیں دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ نے کہا یہ اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ انہوں نے چوری کی تھی، قتل کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ غدارانہ لڑائی لڑی تھی۔"[35]

راہزنوں کو قرآن کریم میں "محارب باللہ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔"[36]

"بے شک سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور کوشش کرتے ہیں زمیں میں فساد برپا کرنے کی ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔"

یہودیت میں صرف چوری کی سزا کے بارے میں احکامات موجود ہیں لیکن حرابہ کے جرم کی سزا کے بارے میں احکامات موجود نہیں ہیں۔ اسلام میں راہزنوں کو محارب باللہ کہا گیا ہے۔ راہزنوں کی سزا قرآن پاک میں بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کو جلاوطن کو دیا جائے یا ان کو قتل کر دیا جائے یا ایسے لوگوں کو سولی چڑھا دیا جائے اور ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں۔

5۔ حد شرب خمر:

امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"كل مسكر خمرو كل خمر حرام ۔"[37]

"ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔"

مندرجہ بالا اور اس جیسی بہت سی اور نصوص شراب کی حرمت میں وارد ہیں اور کسی کے لیے اس کی حرمت میں شک کی گنجائش نہیں رہتی نیز اس میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ انگوروں سے جو شراب تیار کی جاتی ہے اس کی ہر مقدار حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر۔ قرآن کریم صراحت کے ساتھ شراب کو حرام قرار دیتا ہے:

" اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ۔"[38]

"بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچتے رہو۔"

یہ اور اس جیسی اور بہت سی اور نصوص شراب کی حرمت میں وارد ہیں۔ رہی اس کی سزا تو قرآن کریم میں اس کے لیے کوئی مقررہ سزا بیان نہیں ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے شراب کی سزا میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ لیکن آپ ﷺ نے شراب نوشی کو کسی خاص سزا کے تعین کے بغیر جوتوں اور کپڑے کی رسیوں (سونٹیوں) اور کھجور کی شاخوں سے پٹواتے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کے اندازے کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مارنے کی تعداد چالیس ضرب تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے شراب میں جوتوں سے چالیس دفعہ پٹوایا۔ حضرت عمرؓ نے جوتے کی جگہ کوڑے کر دیے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس ضربات لگوائیں۔ امام شافعیؒ روایت پر عمل کرتے ہیں۔ سالب نے بیان کیا ہے کہ شراب نوشی کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد میں ہاتھوں چادروں اور جوتوں سے مارا جاتا تھا۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے چالیس کوڑے کر دیے اور جب زیادہ لوگ فسق و فجور کرنے میں میں لگے تو اسّی کوڑے کر دیے۔[39] نبی کریم ﷺ سے جب شراب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"فقال انھیٰ عن کل مسکر اسکر عن الصلوٰۃ ۔"[40]

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں منع کرتا ہوں ہر نشہ لانے والی شراب سے جو نماز سے روکے۔"

”عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا سکر فاجلد وہ فان عاد فاجلد وہ فان عاد فاجلد وہ ثم قال فی الرابعۃ فان عاد فاضر بوا عنقہ ۔“[41]

”حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی نشہ کرے تو اسے کوڑے مارو اگر دوبارہ کرے تو پھر دوبارہ کوڑے مارو اور سہ بار کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اگر چوتھی بار کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔“

مے نوشی کے کوڑوں کی سزا کے نفاذ کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مے نوشی کی حد میں جس پر حد لگائی جارہی ہے۔ اس کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے اس لیے کہ حد خمر حدود میں سب سے ہلکی حد ہے تو اس تخفیف کے اظہار کے لیے اسے ملبوس رہنے دیا جائے گا۔ لیکن راجح رائے یہی ہے کہ حد خمر اور دوسری حدود کے نفاذ میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ تخفیف کوڑوں کی تعداد سے پہلے ہی ظاہر ہے۔[42]

یہودیت میں حد شرب خمر کا تصور نہیں ہے۔ یہودی معاشرے میں شراب سر عام پی جاتی ہے بلکہ کتاب مقدس میں بعض انبیاء کے ساتھ شرب خمر کو منسلک کیا گیا ہے۔ یہودیوں کے نظریے کے مطابق جب انہوں نے انبیاء کے ساتھ شراب کو جوڑ دیا ہے تو شراب خود ان کے لیے بھی حلال ہی ہوئی۔ اس لیے شرب خمر پر کوئی حد نہیں ہے۔ مثلاً کتاب مقدس میں ہے:

”اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا۔“[43]

اسی طرح کچھ اور انبیاء کے ساتھ بھی شرب خمر کو جوڑا گیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ قرآن پاک میں شراب پینے سے منع کیا گیا ہے۔ یہودیت میں شراب پر کوئی حد نہیں ہے۔ اس لیے شراب نوشی بہت عام ہے اور معاشرے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔

6۔حد ارتداد:

ایسا شخص جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جائے یا کوئی دوسرا دین اختیار کر لے یا قرآن اور حدیث کے صریح حکم کا انکار کر دے تو اس کو سمجھانے کا موقع دیا جائے گا اگر اسے اسلام کے بارے میں کوئی شبہ ہے تو اسے رفع کیا جائے گا لیکن پھر بھی وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو گا تو اسلامی حکومت اس کو قتل کر دینے کا حکم دے گی۔[44]

عہد نامہ قدیم میں دین سے پھرنے والے کے لیے عبرتناک سزائیں ہیں۔ اگر کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ فلاں شخص نے اپنے دین کو بدل دیا ہے تو اس کی تحقیق کی جائے اور یہ بات سچ ثابت ہو جائے تو اس شخص کو سنگسار کرنے کا حکم کہ وہ مر جائے۔ کتاب مقدس میں مندرجہ ذیل آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

"اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت تجھ کو ملے جس نے تیرے خداوند خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے حضور عہد توڑا ہو اور وہ جا کر اور معبودوں کی یا سورج چاند یا اجرام فلکی میں کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا، پوجا اور پرستش کی ہو اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا تو تو اس مرد یا عورت جس نے یہ برا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔"[45]

جب یہ بات ظاہر ہو جائے کہ کوئی شخص دین سے پھر گیا ہے تو اس کی باقاعدہ تحقیق کی جائے اور اگر یہ بات سچ نکلے تو اس پر گواہی لی جائے اور گواہی کم از کم دو یا تین گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص واقعی ہی مرتد ہو چکا ہے تو پھر اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن اگر صرف ایک آدمی کی گواہی ہو تو پھر وہ شخص نہ مارا جائے۔ جیسا کہ کتاب مقدس میں ہے:

"جو واجب القتل ٹھہرے وہ دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے مارا جائے فقط ایک ہی آدمی کی گواہی سے مارا نہ جائے اس کو قتل کرتے وقت گواہوں کے ہاتھ اس پر پہلے اٹھیں اس کے بعد باقی سب لوگوں کے ہاتھ یوں تو اپنے درمیان سے شرارت کو دور کیا کرنا۔"

46

اسلام میں ارتداد کی اصل سزا قتل کیا جانا ہے۔ کیونکہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے: ”جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ قتل ہر مرتد کی ایک عمومی سزا ہے خواہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا ہو۔

مگر امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ عورت کو جرم ارتداد پر قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور روزانہ توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ اگر اسلام قبول نہ کرے تو تاحیات قید میں رکھا جائے گا۔[47]

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

”وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔“[48]

’اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے اور یہ لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

”مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔“[49]

”جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ لیکن وہ کھل جائے کفر کے ساتھ تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہو گیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ عورت کو جرم ارتداد پر قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور روزانہ توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ اگر اسلام قبول نہ کرے تو تاحیات قید میں رکھا جائے گا۔[50]

"حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک جماعت کو اسلام سے پھر چکی تھی، جلا دیا یہ خبر حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو فرمایا کہ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں انہیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قتل کر دیتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔"[51]

اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔ قرآن پاک میں بھی ایسے لوگ جو اپنا دین چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کے عذاب کا وعدہ ہے ایسے لوگ کبھی بخشے نہیں جائیں گے۔ اسی طرح یہودیت میں بھی دین کو بدل دینے والے کی سزا سنگسار ہے اور اس سزا کو سر عام دینے کا حکم ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

7۔ حد بغاوت:

از روئے لغت بغاوت کے معنی طلب اور تلاش کے ہیں۔ بعد میں بغاوت کا استعمال اس طلب کے معنی میں ہو گیا جو جبر اور ظلم سے نا جائز شے کے حصول کے لیے ہو۔[52] فقہاء باغیوں کی تعریف یوں کرتے ہیں:"وہ لوگ جو امام کے خلاف خروج کریں، جماعت کی مخالفت کریں۔ اپنا ایجاد کردہ الگ مذہب اختیار کر لیں۔ ایسا کرنے کے لیے ان کے پاس دلائل پر مبنی تاویل ہو اور انھیں مقابلہ کی قوت اور شوکت بھی حاصل ہو۔

باغیوں کے اغراض و مقاصد کی نوعیت سیاسی ہوتی ہے اور اپنے عقیدے کے مطابق وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور انھیں دین اور حکومت کی سربلندی مطلوب ہوتی ہے۔

لیکن چونکہ ان کا خروج اسلامی حکومت کے خلاف ہوتا ہے اس لیے قرآن و سنت کے مطابق یہ قابل حد جرم ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔"[53]

"تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی بھی جو تم میں سے صاحب حکم ہوں ۔"

اس بات میں اولی الامر سے مراد مجتہدین کرام ہیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔"[54]

حضرت ام حصین احمسیہؓ فرماتی ہیں کہ:

"میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کا خطبہ سنا، آپ ﷺ اپنی چادر کو اپنی بغل کے نیچے سے لپیٹے ہوئے تھے، فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے بازو کے پٹھے کو حرکت کرتے دیکھا۔ فرمایا! اے لوگو اللہ سے ڈرو اور اگر کسی حبشی کو بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جو اگرچہ کن کٹا ہی کیوں نہ ہو تم لوگوں پر اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق احکام جاری کرے۔"[55]

اسلام میں بغاوت کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ ایسے شخص یا گروہ کے ساتھ جنگ کی جائے۔ جب تک وہ اسلام کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ بغاوت کے ارتکاب پر تمام مہذب دنیا میں سزائے موت ہے۔ یہودیت میں ایسے کوئی احکامات نہیں۔

حاصل کلام:

اسلام اور یہودیت کے مطالعے سے یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ دونوں مذاہب کے قوانین منزل من اللہ تھے۔ ان مذاہب میں معاشرے کو فتنہ و فساد سے بچانے کے لیے مختلف جرائم پر مختلف سزائیں بھی تجویز کی گئیں ہیں۔ اسلام اور یہودیت کی مقرر کردہ حدود و قیود کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے یہودیت میں قوانین اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا انصاف کے بنیادی اصولوں پر پورے نہیں اترتے اور نہ ہی معاشرے کے امن و سکون کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ اس کے

علاوہ یہودیت کے قوانین بہت سخت ہیں اور لوگوں نے ان میں سے بہت سے قوانین میں تبدیلی کر کے اپنی سہولت کے مطابق بنا دیا ہے۔ جبکہ قرآن کی تعلیمات اور اسلام کے وضع کردہ قوانین آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہیں مزید بر آں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کے لئے شرعی سزاؤں اور قوانین میں سابقہ شریعتوں کی نسبت بہت حد تک نرمی رکھی ہے۔ اور انھیں آسان کر دیا گیا ہے۔

مصادر اور مراجع:

1 محمد بن مکرم بن علی ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دارالصادر، ۱۴۱۲ھ)، ج4، ص116۔
2 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ج7، ص902۔
3 البقرہ، 229:2۔
4 عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مترجم: منظور احسن عباسی، (لاہور: دعلما اکیڈمی، س ن)، ج5، ص10۔
5 احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، (مصر: دار الکتب العلمیہ، 1959)، ج15، ص61۔
6 ابو حامد محمد الغزالی، المستصفی، (مصر: مطبعہ امریہ، 1294ھ)، ج1، ص287۔
7 ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن، مترجم: مولانا عطاء اللہ ساجد، کتاب الحدود، حدیث نمبر: 694۔
8 ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، حدیث نمبر: 955۔
9 ابن منظور، م، لسان العرب، ج14، ص 360۔
10 کتاب استثناء، 18:5۔
11 کتاب استثناء، 22:28-29۔
12 کتاب احبار، 16:20۔
13 کتاب استثناء، 22:24-23۔
14 النور، 2:24۔

15 النساء،15:4۔

16 البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب الحدود، باب السارق حین یسرق، حدیث نمبر2475۔

17 ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، کتاب الحدود عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی التلقین فی الحد، حدیث نمبر 1427۔

18 ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح، مترجم: مولانا محمد صادق خلیل، کتاب: الحدود، الفصل الثانی، حدیث نمبر3576۔

19 لوئیس معلوف، المنجد، مترجم: عبد الحفیظ بلیاری، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2009)، ص676۔

20 الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج5، ص260۔

21 کتاب استثناء، 22:13-19۔

22 النور، 24: 4۔

23 البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب الوصایا، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا، حدیث نمبر2766۔

24 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن، کتاب: الحدود، باب: فی حد القاذف، حدیث نمبر1062۔

25 213 محب الدین سید مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس، (لبیروت: دار الفکر، 1414ھ)، ج13، ص213۔

26 لوئیس معلوف، المنجد، ص371۔

27 عبد القادر عودہ، اسلام کا فوجداری قانون، مترجم: پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1984)، ج3، ص187۔

28 عہد نامہ قدیم، کتاب الزکریا، 3:5-4۔

29 The Jewish Encyclopedia. KTAV. (New York: Publishing home IMC,1960), V:10, P :273.

30 المائدہ، 38:5۔

31 ابو داؤد، السنن، کتاب الحدود، باب فی حد السرقہ، حدیث نمبر 978۔

32 ایضاً، حدیث نمبر972۔

33 ابن منظور، ملسان العرب، ج1، ص 302۔

34 علاء الدین بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع، مترجم: پروفیسر خان محمد چاولہ، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1996)، ج7، ص90۔

35 البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ حتی ماتو، باب لم یسق المرتدون المحاربون ، حدیث نمبر6804۔

36 المائدہ، 33:5۔

37 البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب الحدود، باب حد شرب الخمر، حدیث نمبر248۔

38 المائدہ، 90:5۔

39 ابراہیم آفندی، اسرار الشریعہ الاسلامیہ، (مصر: دار الکتب المصریۃ، 1328ھ)، ص248۔

40 البخاری، الجامع الصحیح، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب: الحدود، باب: حد شرب الخمر، 247۔

41 ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، السنن، مترجم: مولانا عطا اللہ ساجد، کتاب الحدود، ب حد شرب الخمر، حدیث نمبر 729۔

42 کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام، شرح فتح القدیر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2003)، ج5، ص186۔

43 کتاب پیدائش، 20:9-21۔

44 الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج5 ص532۔

45 کتاب استثناء، 17:5-2۔

46 کتاب استثناء، 17:7-6۔

47 الکاسانی، بدائع الصنائع، ج7، ص135۔

48 البقرہ، 217:2۔

49 النحل، 106:16۔

50 عبد اللہ بن احمد المقدسی ابن قدامہ، المغنی، (مصر: مطبوعہ دار الفکر، 1357ھ)، ج10، ص227۔

51 الترمذی، جامع ترمذی، کتاب الحدود، باب حد المرتد، حدیث نمبر1487۔

52 عودہ، اسلام کا فوجداری قانون، ج3، ص354۔

53 النساء، 59:4۔

54 الترمذی، جامع ترمذی، کتاب الحدود، باب حد المرتد، حدیث نمبر1488۔

55 ایضاً، حدیث نمبر1758۔